ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

محمد کاشف ضیا خان

ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی اردو، شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ڈاکٹر نسرین امین

اسسٹنٹ پروفیسر (ای لرننگ) سرحد یونیورسٹی پشاور

محمد سہیل

ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی اردو، شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

علیم الحق حقی کا ناول "عشق کا عین": تنقیدی مطالعہ

Muhammad Kashif Zia Khan
PhD Urdu research scholar, Deptt; of Urdu Hazara University Mansehra.
Dr. Nasreen Amin
Assistant Professor (E-Learning Faculty) Sarhad University,Peshawar
Muhammad Sohail
PhD Urdu research scholar, Deptt; of Urdu Hazara University Mansehra

Aleem-ul-Haq Haqi's Novel "ISHQ KA AIN": A Critical Study

Aleem-ul-Haq Haqi was born on 21st April 1950 in a notable family of Karachi. His father migrating from Utter Pradesh (India) to Karachi after Partition. He served in various government & non-government organizations but eventually in 1967 took to novels writing and produced many famous novels. Initially his novels were published in various Urdu journals and later appeared in book form. Novel "Ishq Ka Ain" is very beautiful social story. Its main character are Ilahi bakhs and Sad; this Novels is travelling from ishq e majazi to ishq e Haqiqi. Ilahi bakhsh his become a saint and sofi.

Key Words: *Aleem-ul-Haq Haqi, 21st April 1950, Utter Pradesh, "Ishq Ka Ain", Ilahi bakhsh.*

علیم الحق حقی ایک مشہور ناول نگار ہیں۔ وہ ۲۱ اپریل ۱۹۵۰ء کو کراچی میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۴ء میں وفات پائی۔ انھوں نے اپنی زندگی میں درجنوں ناول لکھے ہیں۔ ان کا مشہورِ زمانہ ناول "عشق کا عین" ۱۹۹۸ء میں منظرِ عام پر آیا۔ یہ ایک اچھے اسلوب کا حامل ناول ہے۔ "عشق کا عین" "الٰہی بخش" اور "سادی" کے عشق کی کہانی ہے۔

یہ ناول سب سے پہلے سسپنس ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہوا اور قارئین کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ اس طرح ہر خاص و عام کی زبان پر "عشق کا عین" کے تذکرے شروع ہوئے۔ علیم الحق حقی "عشق کا عین" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "آپ جانتے ہیں کہ "عشق کا عین" سب سے پہلے سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہوئی تھی، ڈائجسٹ کے لیے لکھتے ہوئے کہانی کی ضخامت کم از کم میرے لیے بڑا مسئلہ ہوتی ہے۔ مجھے سسپنس ڈائجسٹ کے پبلشر اور مدیرِ اعلیٰ "معراج رسول" سے اپنی وابستگی پر ہمیشہ فخر رہا ہے۔ وہ بہت اچھی اور غیر معمولی کہانیوں کی ہمیشہ قدر کرتے ہیں۔"(۱)

"عشق کا عین" موضوعی، فنی اور تکنیکی اعتبار سے ایک شان دار ناول ہے۔ یہ ابتدا ہی سے قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اس ناول کی ابتدا "محبت" کے "م" اور "عشق" کے "ع" سے ہوتی ہے۔ جب الٰہی بخش کو اُس کا والد پیر بخش "الف" سے اللہ اور "م" سے حضور ﷺ (محمد ﷺ) پڑھاتا ہے اور اُس سبق کو ہمیشہ یاد رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ ڈاکٹر رضا احمد "عشق کا عین" کے صوفیانہ پہلو کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "علیم الحق حقی نے "عشق کا عین" میں عشقِ حقیقی سے عشقِ مجازی تک کی منازل اور سفر کو اپنی کہانی کا موضوع بنایا۔ بنیادی طور پر یہ ناول "الکھ نگری" کی پیدا کی گئی متصوفانہ روایت کو مربوط انداز میں آگے بڑھانے کی سعی و کاوش ہے۔ "الکھ نگری" کیوں کہ موجودہ حالات میں تصوف کی اصلاحِ معاشرت اور تہذیبِ باطن کا حقیقی ماخذ قرار دے کر ادب میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تصوف بحیثیتِ موضوع ادبی منظر نامے میں چلتا سکّہ بن گیا۔"(۲)

اس ناول کا مختصر تعارف یہ ہے کہ پیر بخش کا بیٹا الٰہی بخش تین سال کی عمر میں "اللہ" لکھتا ہے تو اُس کا والد بہت خوش ہوتا ہے۔ وہ اُسے لفظ "عشق" سے متعارف کرواتا ہے۔ اُسے سادات کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔ اُسے سکول میں داخل کرواتا ہے۔ وہ میٹرک کرتا ہے تو اُسے رنگ و روغن کا کام سکھاتا ہے اور اُسے روزگار کے سلسلے میں

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

کراچی بھیجتا ہے۔ کراچی کی فضا میں اُس کے اندر غیر معمولی تبدیلی آتی ہے۔ وہاں وہ مزدوروں کے ساتھ مل کر سامان ڈھونے کا کام کرتا ہے۔ ایک دن اُس کی ملاقات "سادی" سے ہوتی ہے جس کے حسن و جمال پر الٰہی بخش فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے گھر کا پتہ معلوم کر لیتا ہے۔ بچے اور بوڑھے کی جان بچاتے ہوئے حادثاتی طور پر "سادی" کے گھر میں اپنے آپ کو پاتا ہے۔ "سادی" کا والد اس خوبرو نوجوان کو اپنی بیٹی کا ڈرائیور رکھ لیتا ہے۔ وہاں وہ "سادی" کو کالج لے جانے اور وہاں سے لانے کے کام پر معمور ہوتا ہے۔ "سادی" جو اندر ہی اندر الٰہی بخش کو چاہتی ہے اُس کی والدہ کو شک ہو جاتا ہے۔ وہ الٰہی بخش کو قدم قدم پر طعنے دیتی ہے اور اُسے پریشان کرتی ہے۔ حال آں کہ وہ انتہائی نیک نیت ہوتا ہے۔ ایک دن "سادی" اُس سے اظہارِ محبت کرتی ہے اور اُس سے لپٹ جاتی ہے۔ وہ سب کچھ دیکھ کر بدنامی کے ڈر سے کراچی کو خیر باد کہہ دیتا ہے اور واپس اپنے گاؤں بانڈہ بٹنگ (ایبٹ آباد) چلا جاتا ہے۔

یہاں اس کی شادی ماسٹر جی کی بیٹی ہاجرہ سے ہوتی ہے وہ اعلیٰ قسم کی فروٹ کی دکان ڈالتا ہے۔ بعد میں اُس کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوتی ہے۔ بیٹی کو سولہ سال کی عمر میں رخصت کر دیتا ہے۔ اُس کے بیٹے مبشر، مزمل اور مدثر بڑے فرماں بردار ہوتے ہیں۔ مبشر انتہائی ذہین اور خوب صورت ہے۔ سادات کی لڑکی اُس سے محبت کرتی ہے۔ وہ بچنا چاہتا ہے لیکن وہ راستے میں آجاتی ہے۔ اُس کے بھائی سلیم شاہ کو پتہ چل جاتا ہے۔ وہ گولی چلا دیتا ہے جو اُس کی بہن کو پیٹ میں لگتی ہے۔ دوسری گولی کے آگے مبشر کا دادا پیر بخش آجاتا ہے جو اسپتال میں دم توڑ دیتا ہے لیکن پیر بخش مرنے سے پہلے سادات کے بیٹے کو ہتھکڑی لگنے سے بچا لیتا ہے چوں کہ اُن کے خاندان میں سادات کی عزت سب سے مقدم ہوتی ہے۔

الٰہی بخش ہمیشہ سادات کی عزت کرتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جوڑوں کے درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اُس کے دل اور گلے سے "اللہ ہو" کی آوازیں آتی ہیں۔ وہ مجذوب بن جاتا ہے۔ وہ جس کے لیے دعا کرتا ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ ایک پہاڑی پر چیڑھ کے درخت کے نیچے بیٹھتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پر ماہ کی گیارہوی کو لنگر پکنے لگتا ہے۔ وہاں مرید آتے ہیں۔ اُسے راتوں کو خواب میں اکثر "سادی" آتی ہے۔ وہ ہمیشہ اُسے دُور رہنے کو کہتا ہے۔ اسی طرح ایک دن وہ سادات کی عزت کرتے کرتے اس فانی دنیا سے کوچ کر جاتا ہے اور سختی سے وصیت کرتا ہے کہ اُس کی قبر عام قبرستان میں کی جائے، کوئی مزار نہ بنایا جائے اور لوگوں کو شرک سے روکا جائے۔ اُس کے مرنے کے بعد گھر والوں کو "سادی" کا خط ملتا ہے جس میں وہ الٰہی بخش سے اپنی محبت کا اعتراف کرتی ہے اور اپنی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بے گناہی کا ثبوت دیتی ہے۔ یہ خط اُس کی وصیت کے مطابق اُس کے مرنے کے بعد کھولا جاتا ہے۔ وہ شادی اس لیے نہیں کرتی کہ وہ الٰہی بخش سے سچی محبت کرتی ہے۔

ناول "عشق کا عین" چند اچھے ناولوں میں سے ایک ہے۔ اس میں طبقاتی کشمکش، عشق و محبت، شہری اور دیہاتی زندگی، خاندانی اونچ نیچ اور تصوف کے موضوعات کو چھیڑا گیا ہے۔ ادیب اپنے عہد کا نمائندہ ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے عہد اور ماحول سے نتائج اخذ کر کے ضبطِ تحریر میں لاتا ہے۔ اگر جدید ادب کا جائزہ لیا جائے تو یہ نئی سماجی اور تہذیبی اقدار سے ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔ علیم الحق حقی نے بھی انھی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے "عش کا عین" میں خاندانی برتری وابتری، عشق و محبت، تصوف، رویات اور طبقاتی تفاوت کو اپنے ناول کا موضوع بنایا ہے۔

الٰہی بخش جس ماحول میں پرورش پاتا ہے وہاں سادات کو انتہائی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جب کہ چھوٹی ذات والوں خصوصاً جولاہوں کو حقارت کی نظرے دیکھا جاتا ہے۔ اسی لیے پیر بخش اپنے بیٹے الٰہی بخش کو ماحول کے مطابق سادات کی عزت کرنا سکھاتا ہے۔

اسی گاؤں میں سادات کی بگڑی ہوئی اولاد بھی ہے جو الٰہی بخش جیسے عام انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتی اور بیچارا الٰہی بخش خاموشی سے اُن کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتا رہتا ہے، لیکن اپنے والد کے حکم کے مطابق ہر قسم کے طعنے اور ظلم و ستم برداشت کرلیتا ہے اور سادات کی عزت پر حرف نہیں آنے دیتا:

> "دیکھ پُتر۔۔۔۔۔! اپنا گھر، اپنے بچے تو باجی لوگوں کو سنبھالنے ہیں۔۔۔۔۔! تو اور میں کیا کر سکتے ہیں۔۔۔۔؟" نہ ابا۔۔۔۔! ان کی ذمہ داری بھی ہماری ہے یہ تو ہماری آخرت کا سوال ہے ہمیں ہی کچھ کرنا ہو گا" کیسی بات کرتا ہے پُتر۔۔۔؟ جوان بیٹے کو چوڑیاں پہنائے گھر میں بٹھائے گا کیا۔۔۔۔؟ الٰہی بخش کی آنکھوں میں خفیف سی ملامت چھلکی۔ "مجھے خوب سکھایا ابا۔۔۔۔! اور خود احترام بھول گئے۔۔۔۔؟ اوہ نہیں پُتر۔۔۔۔! بھول سکتا ہوں کیا؟ پرورش اپنا ہو تو۔۔۔۔! تو بھی سر جھکانا چاہیے ابا۔۔۔۔!۔"[۳]

الٰہی بخش اپنے بیٹے کا قصور نہ ہوتے ہوئے بھی اُسے گھر میں بٹھا لیتا ہے۔ اس کے باوجود سادات کی بیٹی رابعہ، مبشر کا راستہ روک لیتی ہے اور اُس کا بھائی اُن دونوں کو باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہے۔ وہ غصے میں آکر گولی چلاتا ہے تو وہ مبشر کے دادا پیر بخش کے جسم میں پیوست ہو جاتی ہے۔ اوپر دیے گئے اقتباس سے سادات کی خاندانی روایات اور چھوٹوں پر ظلم و ستم کا پتہ چلتا ہے۔ اس ناول میں جگہ جگہ طبقاتی کشمکش اور خاندانی اونچ نیچ کی جھلکیاں بھی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

نظر آتی ہیں۔ جب الٰہی بخش "سادی" کے گھر میں اُس کے ڈرائیور کی حیثیت سے کام کرتا ہے تو اُس کی ماں اس اونچ نیچ کے فرق کو نمایاں کرتی ہے اور الٰہی بخش سے کہتی ہے کہ تم بڑا آدمی بننے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔ اُس کی پینٹ اور شرٹ پر اعتراض کرتی ہے اور اُس سے کہتی ہے کہ اسے اتار دو۔ وہ پینٹ اور شرٹ اتار کر بکس میں رکھ دیتا ہے۔ "عشق کا عین" سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"سادی۔۔۔! سادی۔۔۔! تم نہیں جانتیں کم اوقات آدمی جب اوقات بھولتا ہے تو سر چڑھ کر بیٹھ جاتا ہے۔" بیگم صاحبہ کے لہجے میں بے بسی اور جھنجھلاہٹ تھی۔
"میں اپنی اوقات نہیں بھولا بیگم صاحبہ۔۔۔! نہ کبھی بھولوں گا" الٰہی بخش نے تحمل سے کہا" مجھے یاد ہے کہ میں فٹ پاتھ پر بیٹھنے والا پینٹر ہوں میں کبھی آپ کے سر نہیں چڑھوں گا"
"تو پھر کپڑے کیوں پہنے تونے۔۔۔؟ اس لباس میں "سادی" کو کیوں لے کر گیا۔"(۴)

اس ناول میں ایک اور جگہ جب الٰہی بخش جذب و مستی کے عالم میں جارہا ہوتا ہے تو وہاں چند سادات کھڑے ہوتے ہیں اور انور شاہ اُسے آواز دیتا ہے لیکن اس کی محویت نہیں ٹوٹتی۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ ایک جولاہے کا بیٹا ہو کر اونچی اڑان اڑتا ہے اور پیر بننے کا ناٹک کر رہا ہے۔ لوگوں کو تعویذ لکھ لکھ کر دیتا ہے۔ انور شاہ گرجتا ہے اس بار الٰہی بخش کو آواز آتی ہے۔ سادات اُسے پاس بلا کر بے عزت کرتے ہیں وہ اُف تک نہیں کرتا اور ہاتھ جوڑے خاموشی سے اُن کی کڑوی باتیں سہتا رہتا ہے۔

اردو میں بیشتر ناول نگاروں نے سماجی مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ علیم الحق حقی نے بھی انسانی فطرت ،مزاج، نظریات، مذہبی عقائد اور زندگی بسر کرنے کے طریقوں کا گہرا مطالعہ کر کے ان تجربات کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد افضال بٹ رقم طراز ہیں:

"سماج کے بغیر انسان بے معنی ہوتا ہے سماج انسان کو بے شمار طریقوں سے متاثر کرتا ہے جوں جوں معاشرے کی تہذیب و ثقافت میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں توں توں سماج بھی تبدیلی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے جس طرح سماج کے بغیر انسان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اُسی طرح انسان کے بغیر سماج کا کوئی ڈھانچا نہیں بن سکتا۔ انسانی رویے اور رجحانات ہی سماج میں تغیر و تبدل پیدا کرتے ہیں۔"(۵)

ناول "عشق کا عین" کا ایک کردار پیر بخش اَن پڑھ ہو کر بھی اسلامی تہذیب کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں جس طرح سادات کی عزت اور احترام کی روایت چلی آ رہی ہوتی ہے، اُسے نبھاتا ہے اور اپنے بیٹے کو نیکی کی راہ پر ڈالتا ہے۔ اُسے اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی تلقین کرتا ہے۔ اُس کا بیٹا بھی باپ کی طرح سچائی اور حیا کا پیکر بنتا ہے۔ علیم الحق حقی کے الفاظ میں:

"بی بی ایک بات بتائیں گی۔"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں سعدیہ ہوں تم مجھے سادی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"میں۔۔۔۔! نہیں بی بی۔۔۔۔! یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔"

"تو چلو۔۔۔۔! اپنی بات بھی رکھ لو اور میری بھی تم مجھے سادی بی بی کہہ لیا کرو۔"

"یہ ٹھیک ہے سادی بی بی۔۔۔۔!"[۶]

اس ناول میں ماسٹر جی کو معاشرے کا مثالی استاد دکھایا گیا ہے۔ وہ معاملہ فہم ہیں اور حالات کی نزاکت و سمجھتے ہیں اور الٰہی بخش کی صحیح موقع پر راہ نمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کی بیٹی ہاجرہ کو روایتی بیوی، نیک سیرت اور شوہر کی فرماں بردار دکھایا گیا ہے۔ معاشرے کے منفی کرداروں کو اُن کی فطرت کے مطابق دکھایا گیا ہے۔ پیر صاحب کے پاس آنے والے عقیدت مندوں، گیارہویں شریف کی دیگ کا پکنا اور عورتوں کا اپنے گمشدہ بیٹے کے ملنے پر مٹھائی لے کر آنا ہزارہ کے رسم ورواج کے عین مطابق ہے۔ شاہ فرید کو اچھے کردار کا مالک دکھا کر سادات کا نمائندہ بنایا گیا ہے۔

اس ناول میں بیک وقت شہری اور دیہی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار الٰہی بخش اگرچہ دیہاتی ہوتا ہے لیکن جب کراچی جاتا ہے تو وہاں جا کر اپنے آپ کو اُس ماحول میں ڈھال لیتا ہے۔ اُس کو شہر کی روشنیاں اور رونقیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ ساتھ ساتھ مصنف نے دیہاتی ماحول کا بھی عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ دیہاتوں میں طاقت ور لوگ کس طرح دشمنیاں پالتے ہیں اور کیسے کم زوروں کو کچلا جاتا ہے۔ دیہاتوں کے سادہ لوح لوگ کس طرح عقیدت کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں اور خاندانی روایات کی پاس داری کرتے ہیں۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے خالص محبت کرتے ہیں اور اسی نسبت سے سادات سے بھی محبت کی جاتی ہے:

یوں ہم عزت کریں تو کون سا کمال ہو گا۔۔۔۔؟ ہاں۔۔۔!

"زیادتی سہہ کر بھی عزت کریں تو اللہ بھی خوش ہو گا اور اس کا رسول ﷺ بھی۔۔۔۔!

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"اور اللہ خوش ہو گا اور انعام بھی دے گا۔"

الٰہی بخش کے معصوم ذہن نے ایک اور سوال اٹھایا۔

"تو ان چکروں میں نہ پڑ بیٹے۔۔۔! ہمیں تو صرف اپنی دیکھنی چاہیے دنیا کی باتیں دنیا جانے۔ ہم تو صرف نبی ﷺ کی اولاد کے خادم ہیں۔ اب تو سوچ کہ ان پر ہاتھ اٹھائیں گے تو گستاخی ہو گی نا۔۔۔؟

اسی لیے میں نے تیرا ہاتھ پکڑا تھا دیکھ بیٹے۔۔۔! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کبھی ناراض نہ کرنا۔"(۷)

اس ناول میں مصنف نے زندگی کے بڑے خوب صورت اور دل فریب رنگ بھر دیے ہیں۔ بڑے طبقے سے لے کر چھوٹے طبقے تک سب کی نفسیات کو عمدہ طریقے سے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اس ناول میں الٰہی بخش جن مزدوروں کے ساتھ سامان ڈھوتا ہے اُن میں جو سب سے طاقت ور اور جوان مزدور ہوتا ہے وہ بھاری سامان کو مشکل جگہ یا سیڑھیوں سے اٹھا کر اوپر لے جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی مزدور بوڑھا ہو جاتا ہے اور وزن اٹھانے کے قابل نہیں رہتا تو سب مزدور مل کر پیسے جمع کرتے ہیں اور اُس بوڑھے مزدور کو فروٹ کی دکان ڈال کر دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی بقیہ زندگی سُکھ اور چین سے گزار سکے اور اس روزگار کے ذریعے گھر والوں کے لیے کما کر لا سکے اور کسی کا محتاج نہ رہے۔ جب الٰہی بخش پریشان ہوتا ہے اور بھوکا رہنے لگتا ہے تو اس کا ایک دوست نثار سمجھ جاتا ہے اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی دل جوئی کرتا ہے۔

ایک اور جگہ جب الٰہی بخش فوجی بیرکوں میں ایمان داری سے چونے کا کام کرتا ہے اور ڈیڑھ دن کا کام ایک دن میں ختم کرتا ہے تو دوسرا مزدور اُسے زیادہ کام کرنے سے اس لیے منع کرتا ہے کہ وہ خود اتنا کام نہیں کر سکتا یا کرنا نہیں چاہتا۔ اس دوران اس کی کام چوری بھی پکڑی جاتی ہے۔ وہ الٰہی بخش کو تنبیہ کرتا ہے تو الٰہی بخش اس کی بات نہیں مانتا تو مزدور سلیمان شاہ اس پر قاتلانہ حملہ کرتا ہے اور اس کی پیشانی پر کلہاڑی کا وار کرتا ہے۔ الٰہی بخش سادات کی عزت کی وجہ سے اُس کا وار نہیں روکتا اور شدید زخم ہو جاتا ہے:

"سلیمان شاہ کا کلہاڑی والا ہاتھ نیچے آ رہا تھا۔ الٰہی بخش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ایک لمحے کو اس کے جی میں آئی کہ ہاتھ بڑھا کر کلہاڑی کو پکڑ لے اور وہ ایسا کر بھی سکتا تھا مگر اس کے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اندر کوئی ایسی تحریک نہیں تھی وہ سر جھکانے لگا یہی وجہ تھی کہ کلہاڑی اس کے چہرے پر نہیں لگی البتہ پیشانی میں آگ اتر گئی۔"(۸)

اس ناول میں علیم الحق حقی نے تصوف اور روحانیت کو خوب جگہ دی ہے بل کہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ انھوں نے اردو ناول میں تصوف کی روایت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ وہ کافی حد تک اپنی شعوری کوشش میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایک ملنگ کا کردار وضع کیا ہے جو الٰہی بخش کو دیکھ کر جوش میں آجاتا ہے اور جب الٰہی بخش قریب آتا تو وہ باادب ہو کر کھڑا ہو جاتا اور سر کو جھکا لیتا۔ اسی طرح جب الٰہی بخش کراچی جانے لگتا ہے تو ملنگ اُس سے مخاطب ہوتا ہے اور اُسے اس نئے سفر کی مبارک باد دیتا ہے۔ دراصل یہاں مصنف یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ملنگ کو ادراک ہو جاتا ہے کہ الٰہی بخش کے عشق کی یہ پہلی منزل ہے۔ اسی مجاز کی منزل سے گزر کر الٰہی بخش کو حقیقت تک پہنچنا ہے۔ الٰہی بخش کا مجاز سے حقیقت کا یہ سفر روحانی واردات اور صوفیانہ رجحانات کی عکاسی کرتا ہے۔ پیر بخش کی اللہ اور رسول ﷺ سے والہانہ محبت اور بیٹے کو اس کا درس دینا بھی صوفیانہ خیالات ہیں۔ الٰہی بخش کے دل سے "اللہ ہو" کی آوازیں آنا، اُس کی دعاؤں کا پورا ہونا، جذب و کیف کی حالت میں گھومنا، ہر ماہ کی گیار تاریخ کو گیارہویں کا پکنا اور لنگر کا تقسیم ہونا متصوفانہ روایات ہیں۔ ڈاکٹر رضا احمد تصوف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حقیقت حق کا مشاہدہ حواس نہیں بل کہ وجدان سے ہو سکتا ہے۔ وجدان ذہن کا حصہ نہیں اس لیے وجدان عقلی ادراک سے بے نیاز رہتا ہے۔ کیوں کہ وجدان وجود کی مادی کثافتوں کا اسیر ہو کر اپنا راستہ گم کر چکا ہے اس لیے حقیقت ازلی سے ہم کنار ہونے کے لیے اُسے نفس کشی، ریاضتوں اور نفیِ ذات کی کٹھن اور صبر آزما منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ صوفیا کے نزدیک اس منزل پر پہنچنے کے لیے وحدانیت پر ایمان، الوہی طاقت کا احساس اور عشق حقیقی کا اثبات شرطِ اول ہے۔ تصوف دنیا کے ہر سماج اور ہر تہذیب کا روحانی زاویہ نظر اور مذہب کا وجدانی پہلو ہے۔"(۹)

پیر بخش اور الٰہی بخش کے کردار تصوف کی اچھی مثالیں ہیں۔ کم علمی کے باوجود اعلیٰ اوصاف کے مالک اور عشق کی دولت سے مالا مال ہیں۔ "عشق کا عین" میں رومان اور عشق و محبت ہیں۔ ناول نگار نے "الٰہی بخش" اور "سادی" کی داستانِ عشق کو منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ ایک جگہ رقم کرتے ہیں کہ الٰہی بخش فٹ پاتھ پر نظریں جھکائے بیٹھا تھا کہ ایک شاپنگ بیگ اُس کے سامنے گرا جس سے تمام چیزیں زمین پر بکھر گئیں۔ اومائی گاڈ کی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

آواز سن کر اُس نے نظریں اوپر اٹھائی تو بھنور میں ڈوب گیا۔ انتہائی حسین و جمیل لڑکی اُس کے روبرو کھڑی تھی۔ وہ اُسے دیکھتا رہ گیا اور اسی لمحے اُس کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ کام کاج سب بھول گیا:

"الٰہی بخش نے سر اٹھایا اور دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ وہ بے حد حسین لڑکی تھا۔ عمر اٹھارہ انیس کے لگ بھگ ہو گی۔ اس کا چہرہ کندن کی طرح دمکتا ہوا تھا۔ آنکھیں کٹوروں سی تھیں۔ نقوش ایسے تھے جیسے بڑی نزاکت اور نفاست سے تراشے ہوں۔ بالائی ہونٹ کے اوپر پسینے کے قطرے یوں چمک رہے تھے جیسے صبح کے وقت گلاب پر شبنم جیسے سانچے میں تیار کیا گیا تھا۔ لڑکی کے ہونٹ یوں کھلے ہوئے تھے جیسے وہ ابھی پکار رہی ہو۔"(۱۰)

یوں ناول نگار نے اس ناول میں بھرپور رومانوی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لڑکی کی سُریلی آواز کا الٰہی بخش کے کانوں میں رس گھولنا اُس کے خوب صورت روپ کا الٰہی بخش کی نظروں میں کے سامنے بار بار آنا۔ اُس کا ہر وقت اُداس رہنا اور راتوں کو نیند نہ آنا۔ اُس حسن بے تحاشا کو دیکھ کر کانوں کی لویں انگارہ ہونا اور چہرہ تمتما جانا رومانوی اور عاشق ہونے کی دلیل ہے۔

اس ناول میں رومانوی فضا اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب الٰہی بخش خوش بو کی بوتل کھولتا ہے اور وہ کمرے میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ اُسے احساس ہوتا ہے کہ اُس کی داستانِ عشق بھی خوش بو کی طرح پھیل کر زبان زدِ عام نہ ہو جائے گی۔ جب وہ خوش بو کے تحلیل ہونے کا انتظار کر رہا ہوتا ہے تو دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ وہ اس دستک کو اپنے دل کے دروازے پر محسوس کرتا ہے اور پھول دار کاغذ، کارڈ اور پیکنگ کو بکس میں چھپاتا ہے۔ دروازے پر "سادی" ہوتی ہے۔ وہ اُسے دیکھ کر چونک جاتا ہے۔ جب وہ اُس سے کہتی ہے کہ میں تم سے ملنے آئی ہوں تو وہ اُسے بیگم صاحبہ کا غصہ یاد دلاتا ہے۔ لیکن "سادی" کوئی پرواہ نہیں کرتی۔ ساری رکاوٹیں سیلابِ عشق کے آگے خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتی ہیں۔ وہ دونوں محوِ گفتگو ہو جاتے ہیں۔ اس دوران "سادی" کی نظر شاعری کی کتابوں پر پڑتی ہے۔ متوسط طبقے اور کم یافتہ الٰہی بخش کا ذوقِ شاعری دیکھ کر وہ حیران رہ جاتی ہے۔ وہاں ناصر کاظمی، قتیل شفائی، ساحر لدھیانوی اور احمد ندیم قاسمی کے شعری مجموعے پڑے ہوتے ہیں۔ الٰہی بخش ناصر کاظمی کے شعری مجموعے "پہلی بارش" کے ابتدائی اشعار پڑھتا ہے:

میں نے جب لکھنا سیکھا تھا
پہلے تیرا نام لکھا تھا

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"سادی بڑی توجہ سے سن رہی تھی الٰہی بخش کی آواز میں اُس کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ سادہ سے وہ اشعار دل میں اتر رہے تھے ذہن میں ایسے سوال سر اٹھا رہے تھے جنھیں وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔"(۱۱)

ایسی رومان پرور فضا بڑے ناول میں ہی پیدا کی جا سکتی ہے اور یہ بڑے ناول نگار کا ہی خاصہ ہے۔ جب عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو ناول کی وقعت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جہاں مجاز کی انتہا ہے وہاں حقیقت کی ابتدا ہوتی ہے اور عاشق کے سامنے گوشت پوست کا انسان محض مادی شے رہ جاتا ہے۔ اُسے وہ لگن لگ جاتی ہے جس کا ذائقہ ہی الگ ہے:

"نہیں سادی۔۔۔! اب واپس چلی جاؤ۔۔۔! اور آج کے بعد کبھی نہ آنا۔"

"کیوں الٰہی بخش۔۔۔؟ ناراض ہو گئے ہو کیا۔۔۔؟"

"نہیں سادی۔۔۔! ناراض تو تم سے میں کبھی نہیں ہو سکتا تمہارے تو بڑے احسان ہیں مجھ پر بس اب تم سے رشتہ ٹوٹ گیا۔ یہیں تک تھا ہمارا ساتھ۔۔۔!"

"نہیں سادی بے وفائی کا دور ختم ہو گیا۔ اب تو وفا کا دور ہے۔ میں اس کا ہو گیا، جس کا پہلے ہی ہو جانا چاہیے تھا۔"

سادی نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور مسکرا دی۔

"مبارک ہو الٰہی بخش۔۔۔! تمہیں منزل مل گئی۔ میں جاتی ہوں الوداع۔۔۔!"

"الوداع سادی۔۔۔!"(۱۲)

یہ روحانی واردات الٰہی بخش کے ساتھ جاگتے میں ہوتی ہے۔ اس سے پہلے ایک مجذوب الٰہی بخش کو اس کی منزل کا تعین کراتا ہے۔ عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہونے والے الٰہی بخش کو اس سمندر میں ڈوب جانے کا مشورہ دیتا ہے:

"جن کے پیروں سے بھنور باندھ دیے گئے ہوں وہ ڈوبنے سے نہیں بچتے۔ تجھے ڈوبنا ہے اور ڈوب کر رہے گا۔"

"پھر میں کیا کروں بابا۔۔۔؟ الٰہی بخش نے بے بسی سے پوچھا۔"

"دیکھا کر کہ قدموں کے نیچے کون سا راستہ ہے۔۔۔؟ مجذوب نے نرم لہجے سے کہا۔"

"دیکھے گا تو منہ کے بل نہیں گرے گا راستہ بدلنے کا تجھے اختیار نہیں نظر نیچی رکھنے میں عافیت ہے نظر اٹھانا مت۔۔۔۔!اٹھالے تو پھر خاموشی سے ڈوب جانا شکایت نہ کرنا۔"(۱۳)

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ علیم الحق حقی نے عشق کی اس کہانی میں عشق مجازی سے حقیقی کس سفر کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔اس ناول میں اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ تصوف،روحانیت، رومانویت اور زندگی ہے۔کردار نگاری کی انتہا اور بڑی عمدہ مکالماتی فضا ہے۔یہ زندہ ناول اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ زندہ رہے گا اور قارئین کی توجہ کا مرکز بنا رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ علیم الحق حقی، عشق کا عین، خزینہ علم و ادب، اردو بازار، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص۹
۲۔ ڈاکٹر رضا احمد، اردو ناول میں تصوف کی روایت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۵۷
۳۔ علیم الحق حقی، عشق کا عین، ص۱۹۴
۴۔ ایضاً، ص۱۴۸
۵۔ ڈاکٹر محمد افضال بٹ، اردو ناول میں سماجی شعور، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص۱۱۴
۶۔ علیم الحق حقی، عشق کا عین، ص۱۳۴
۷۔ ایضاً، ص۳۶
۸۔ ایضاً، ص۱۱۹
۹۔ ڈاکٹر رضا احمد، اردو ناول میں تصوف کی روایت، ص۲۱
۱۰۔ علیم الحق حقی، عشق کا عین، ص۶۹
۱۱۔ ایضاً، ص۱۵۵
۱۲۔ ایضاً، ص۲۱۴
۱۳۔ ایضاً، ص۶۷،۶۸